مشکلات القرآن

❖ **تصنیف** : امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ
ترجمہ : محترم مولانا محمد مزمل بدایونی / استاذ دار العلوم دیو بند

۶-اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''کیف تکفرون باللّٰہ و کنتم أمواتاً فأحیاکم ثم یمیتکم'' الآیۃ (بھلا کیوں کر ناسپاسی کرتے ہو اللہ کے ساتھ حالاں کہ تھے تم محض بے جان سو تم کو جاندار کیا، پھر تم کو موت دیں گے، پھر زندہ کریں گے، پھر انہیں کے پاس لے جائے جاؤ گے)

۶-(اس آیت کے ذیل میں حضرت کشمیری علیہ الرحمہ نے تفسیر فتح العزیز سے ایک اقتباس نقل کیا ہے اس کو سمجھنے کے لئے قدرے وضاحت کی ضرورت ہے، وہ یہ کہ آیت کریمہ ''ثم یحییکم'' کو جمہور مفسرین نے اس حیات پر محمول کیا ہے جو قیامت کے بعد حشر کے دن انسان کو دی جائے گی لیکن بعض مفسرین نے اس کو حیات قبر پر محمول کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ حیات حشر کا بیان ''ثم الیہ ترجعون'' میں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا بعض مفسرین کی یہ رائے درست ہے؟ حضرت شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ اس رائے کی تردید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر اس رائے کو درست مانا جائے تو دو خرابیوں میں سے ایک خرابی ضرور لازم آئے گی یا تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ جب قبر میں حیات دی جا چکی تو حشر میں دوبارہ زندہ کئے جانے کا مطلب؟ اس سے تو باحیات کو حیات دینا لازم آتا ہے جو یقیناً خلافِ عقل اور باطل ہے یا پھر یہ کہا جائے کہ حیات قبر کے بعد پھر موت دی جائے گی اور پھر حشر میں حیات ہوگی تو یہ خلاف اجماع ہوگا کیوں کہ قبر اور حشر کے درمیان موت آنے کا کوئی قائل نہیں ہے، اس لئے ''ثم یحییکم'' کو حیات قبر پر محمول کرنا درست نہیں ہے، پھر حضرت شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ قبر میں حیات درحقیقت نہیں ہوتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:)

''بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حیات کے معنی ہیں روح کا بدن سے تعلق ہونا اور قبر میں روح کا بدن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے بلکہ روح کے بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی روح والا شعور اور ادراک بدن کے ساتھ باقی رہتا ہے، اسی کو حیات سے تعبیر کر دیتے ہیں۔''

۷-ارشاد خداوندی ''ثم استویٰ الی السماء فسوّٰھن سبع سمٰوات'' (پھر توجہ فرمائی آسمان کی

طرف، سو درست کر کے بنا دیے ان کو سات آسمان) آسمان کی درستگی اور زمین کا بچھانا دونوں کے جوہر کو ایک ساتھ جمع کرنے کے بعد ہوا ہے، اس لئے آسمان کی درستگی کو زمین کے بعد کہنا یا زمین کے بچھانے کو آسمان کے بعد کہنا دونوں ہی صحیح ہے۔

۷-حضرت کشمیریؒ نے اس مختصر سے نوٹ میں ایک تفسیری بحث کا حل اور ایک شبہ کا ازالہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیت میں زمین کی تمام چیزوں کی تخلیق ہو جانے کے بعد آسمانوں کا بنایا جانا مذکور ہے اور سورہ نازعات میں "**والأرض بعد ذٰلك دحٰها**" آیا ہے (اور اس کے بعد زمین کو بچھایا) اس آیت میں آسمان کو پہلے بنانا اور اس کے بعد زمین کو بچھانا مذکور ہے۔ اب ان دونوں آیتوں میں تعارض ہو رہا ہے۔ حضرت نے اس تعارض کے حل کی طرف رہنمائی کی ہے، پھر یہ بھی شبہ ہوتا ہے کہ سورۂ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت سے زمین کی تمام چیزوں کی تخلیق پہلے اور آسمان کی تخلیق اس کے بعد معلوم ہوتی ہے جب کہ یہ بداہت کے خلاف ہے، اس لئے کہ زمین میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کا وجود آسمانی چیزوں مثلاً کواکب وغیرہ کے اثرات کا نتیجہ ہوتا ہے تو جب آسمان کی تخلیق پہلے نہ ہو تو زمین کی تمام چیزوں کا وجود کیسے ہوگا؟ جو "**خلق لكم مافي الارض جميعاً**" سے سمجھ میں آتا ہے۔ حضرت کشمیریؒ نے دفع تعارض کے ساتھ ساتھ اس شبہ کا ازالہ بھی کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ زمین و آسمان کا جوہر و خمیر تو باری تعالیٰ نے ایک ساتھ جمع کر لیا، پھر تخلیق ہوئی اس لئے آسمان کی تخلیق پہلے اور زمین کی تخلیق بعد میں بتائی جائے تب بھی صحیح ہے اور اگر اس کے برعکس کہا جائے تب بھی صحیح ہے۔ اس لئے تقدیم و تاخیر کا تعارض یا خلاف بداہت کا شبہ نہیں ہونا چاہئے! واللہ اعلم

اس تعارض کے دفع اور شبہ کے ازالے کے لئے بیان القرآن اور معارف القرآن ادریسی سے بھی مراجعت فرمائیں، ان میں اچھی توجیہات پیش کی گئی ہیں۔ (محمد مزمل)

۸-قولہ تعالیٰ "**و إذ قال ربك للملئكة انى جاعل فى الارض خليفة**" (اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب) اس ارشاد باری میں اللہ پر ایمان کے بعد نبوت کا مسئلہ مذکور ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ایسا بندہ بھیجیں گے جس کی اطاعت فرض ہوگی اور یہ کہ اللہ کی اطاعت وہی معتبر ہوگی جو اللہ کے ہی حکم سے غیر اللہ کی اطاعت کے ذریعہ ہو اور وہ (اطاعت غیر) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حق میں فاصلہ اور واسطہ ہوگی، یہی معنی اللہ تعالیٰ کے ارشاد "**اطيعوا الله و اطيعوا الرسول**" اور "**الا ليطاع**" کے ہیں اور قرآن کریم سے ہی اخذ کر کے انہیں دونوں چیزوں کو الگ سے ظاہر کرنے کے لئے "**قل و من يعص الله و رسوله**" والی حدیث آئی ہے اور شاید اپنی عقل کے تقاضے سے کسی کی اطاعت خود اپنے نفس کی اطاعت ہوگی (کہ اپنی عقل و نفس نے جس کی اطاعت سمجھا دی اسی کی اطاعت میں لگ گئے) اور غیر اللہ

کی اطاعت کی پہچان ذات مطاع کے حکم سے ہوگی اور اس آیت میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ حسن و قبح شرعی ہے یا عقلی؟ نیز شہرستانی کے ذکر کے مطابق اس میں عدل و جور اسماء و احکام اور وعد وعید کا بھی بیان ہے اور اس میں خیر وشر کی تقدیر کا نیز اس بات کا بیان ہے کہ (ہر چیز) کی انتہا اللہ تعالیٰ کے علم پر ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اسماء سکھائے اور یہ کہ شرف، بندگی اور رجوع الی اللہ میں ہے اور اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہیں ہوسکتا اور بندوں سے ہر چیز کا سوال کیا جائے گا اور اس میں ایجاب واختیار کا مسئلہ اور مراحم خسروانہ وشاہانہ کا بیان ہے اور یہ آخری تدبیر ہے جو ہر گناہگار کو حاصل ہوں گی کیوں کہ اللہ کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لئے ہوئے ہے اور اس میں تمام لوگوں کے مقابل انبیاء کرام کی فضیلت کا بیان ہے اور قرآن کریم کے معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ مؤثر اوصاف ذکر کر دیتا ہے اور ان پر عمل کی صورت حدیث شریف کے حوالے چھوڑ دیتا ہے، پھر وہ اوصاف نہ صرف یہ کہ اعتقاد کے اعتبار سے ظہور پذیر ہوتے ہیں بلکہ بعض صورتوں میں عملی حیثیت سے بھی ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ ''و اقم الصلوٰۃ لذکری'' اور حدیث شریف ''فانه لا صلاۃ لمن لم یقرأ بها'' میں ہوئے ہیں۔

۸-صاحب افاداتؒ نے اس آیت کے ذیل میں جن طویل اور دقیق بحثوں کی طرف اشارہ کیا ہے ان کی تفصیل راقم کی نظر میں اس ترجمے کے ساتھ چنداں مناسب نہیں ہے اس کے لئے تو مستقل ایک طویل مضمون کی ضرورت ہے اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق ارزانی فرمائی تو انشاء اللہ قارئین کی خدمت میں آئندہ کسی موقع پر پیش کیا جائے گا۔ (محمد مزمل)

۹-ارشاد خداتعالیٰ ''انی اعلم مالا تعلمون'' (میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے) انسانی اعضاء و جوارح پر ـــ جو انسان کے لئے عالم کائنات اور عالم وجود وشہود کے درجے میں ہیں ـــ اقوال وافعال میں سے جو چیز بھی ظاہر ہوتی ہے سب سے پہلے اس کا وجود روح کے درجے میں ہوتا ہے جو غیب الغیب سے بھی اوپر کا درجہ ہے (انتہائی مخفی اور پوشیدہ کہ اس تک رسائی قدرت انسانی سے باہر ہے) پھر اس کا وجود دل میں ہوتا ہے جو غیب الغیب کا مرتبہ ہے، پھر قوائے نفسانیہ میں وجود ہوتا ہے جو انسان کے لئے سب سے ادنیٰ غیب اور اس کے لئے ''آسمان دنیا'' کا مقام رکھتے ہیں، اس کے بعد وہ چیز (قول وفعل) اعضاء و جوارح پر ظاہر ہوتی ہے۔

۹-اس آیت کے تحت حضرت علامہؒ نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ بہت اختصار لئے ہوئے ہے، اس کو سمجھنے کے لئے وضاحت ناگزیر ہے وہ یہ کہ بعض صوفیاء کرام کا کہنا یہ ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی نو پید اور رونما ہوتی ہے تو پیدا ہونے سے پہلے اس کی ایک صورت ''عالم قضا'' میں وجود پذیر ہوتی ہے پھر ''لوح محفوظ'' میں وجود پاتی ہے اور اس کے بعد ''لوح محو و اثبات'' میں موجود ہوتی ہے، اسی لوح محو و اثبات کو شریعت میں عام طور پر ''آسمان دنیا'' کی اصطلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے

اب سنئے کہ آیت کریمہ ''و اذ قال ربك للملئكة'' پر ایک شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہیں تو انہوں نے فرشتوں سے خلیفہ مقرر کرنے کے سلسلے میں مشورہ کیوں کیا؟ کیا اللہ تعالیٰ فرشتوں کے مشورے

کے محتاج ہیں؟ نعوذ باللہ۔ اس کے مفسرین نے کئی تشفی بخش جواب دیئے ہیں اور مذکورہ صوفیاء کرام نے بھی ایک جواب دیا ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ فرشتوں سے کوئی کلام، اظہار اور مشورہ نہیں ہوا بلکہ ارادۂ الٰہی مذکورہ تینوں مراتب (عالم قضا، لوح محفوظ اور لوح محمود اثبات) میں متصور ہوا بس اسی پر فرشتوں نے اپنا مشورہ پیش کردیا، پھر ان صوفیا نے اپنی اس بات کو بندوں کے اعمال واقوال سے مثال دے کر واضح کرنا چاہا ہے کہ بندوں کے اعضاء وجوارح ان کے لئے عالم وجود وشہود (دنیا) ہیں اس دنیا میں (اعضاء وجوارح پر) انسان کے اقوال واعمال وجود پذیر ہوتے ہیں لیکن اس سے پہلے وہ اقوال وافعال مقام روح میں موجود ہوتے ہیں (جو انسان کے لئے عالم قضا کے درجے میں ہے) اس کے بعد دل میں (جو لوح محفوظ کے درجے میں ہے) اور پھر قوائے نفسانیہ میں (جو لوح محمود واثبات یعنی ''آسمان دنیا'' کے درجے میں ہے) متصور ہوتے ہیں اور اب اعضاء وجوارح (انسان کے عالم وجود وشہود) پر ظاہر ہوتے ہیں، اعضاء وجوارح پر ظاہر ہونے سے پہلے والے تینوں درجے انسان کے لئے غیب ہیں، پہلا درجہ (درجہ روح) غیب الغیب سے بھی بلند ہے اور دوسرا مرتبہ (مرتبہ قلب) غیب الغیب ہے جب کہ تیسرا درجہ (مقام قوائے نفسانیہ) ادنیٰ غیب اور ''آسمان دنیا'' ہے، انسان ان تینوں کو نہیں جانتا ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ کے علم محیط میں ہر مقام ومرتبہ ہے، اسی لئے فرمایا ہے: ''میں جانتا ہوں اس بات کو جس کو تم نہیں جانتے۔'' واللہ اعلم (محمد مزمل)

۱۰- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''**وعلّم آدم الأسماء کلها**'' (اور علم دے دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے اسماء کا) اور مسمیات کی حقیقتیں ذکر نہیں کیں تو کچھ کا علم دیا اور کچھ کا علم نہیں دیا، کیوں کہ مسمیات تو اللہ تعالیٰ کے قول ''**ھؤلاء**'' (کا مشار الیہ) ہیں ص ۶۴۴، ج ۲، لیکن جس نے کلام الٰہی ''**ثم عرضھم علی الملئکة**'' (پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کردیں) سے سمجھا اور ''**ھؤلاء**'' سے اشارہ کیا تو گویا کہ وہ عدم استغراق کی طرف اشارہ کررہا ہے اور یہاں اسماء سے وہ اسماء الٰہیہ مراد ہیں جن پر وہ ذوات و اشیاء سہارا لئے ہوئے ہیں جن کی طرف ''**ھؤلاء**'' سے اشارہ ہے ص ۳۶۷، ج ۳ یعنی بعض کا علم دیا اور وہ اسماء ہیں اور بعض کا یعنی مسمیات کا علم نہیں دیا ص ۳۵۴، ج ۳ و ص ۶۴۴، ج ۲ و ص ۵۳۷، ج ۳ کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ انسانی شکل میں تجلی فرماتے ہیں جیسا کہ (حدیث میں) وارد ہے تو وہ اس سورت میں حسی اور معنوی دونوں طرح ظہور پذیر ہوتے ہیں الخ ص ۳۷۰ و ۳۷۴، ج ۳ اور اس کی علت ص ۳۱۱ اور ۶۶۵، ج ۳ پر مذکور ہے۔

اور جب کہ اسماء الٰہیہ میں عام واعم اور خاص واخص بھی ہیں تو ان میں تقدم وتاخر اور ترتیب بھی صحیح ہوگی اور اسی وجہ سے وجود کی شیئیات نے ترتیب قبول کی ہے ص ۳۷۰ و ۲۳۱، ج ۳ و ص ۲۹۴، ج ۲ کیوں کہ وہ حقیقی ترتیب ہے صرف ذکر ووضع کے طور پر نہیں ہے ص ۸۰۴ و ۶۱۷، ج ۲ و ص ۹۷ و ۵۱ ج ۲۔ اس لئے کہ تمام چیزوں میں اصل معانی ہی ہیں اور وہ بالذات غیبی اور معقول ہوتے ہیں اور وہ معانی ہی رہتے ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر ایک

(حس، خیال وغیرہ) کے سامنے اسی کے مطابق بدلتے رہتے ہیں ص ۸۹۵، ج ۲ و ص ۶۸، ج ۲ عقد، قول اور عمل شریعت کے ہر حکم میں ہوتا ہے اور وہی ایمان ہے ص ۸۹۸، ج ۲ و ص ۳۷۷، ج ۲ و ص ۱۱۰، ج ۲۔ یقیناً جسم روحوں میں آخری پیدائش میں لپٹ جاتے ہیں ص ۸۸۵، ج ۲ و ص ۶۱۴، ج ۳۔

۱۰- صاحب افادات حضرت کشمیریؒ نے اس آیت شریفہ کے تحت انتہائی اختصار کے ساتھ جو اشارے کئے ہیں اور جو حوالہ جات کثرت سے دیے ہیں، جب تک ان حوالوں تک رسائی نہ ہو اور ان مضامین کی مکمل تشریح و توضیح نہ کی جائے اس وقت تک ان کی حیثیت ایک چیستاں سے زیادہ نہیں ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ کتاب کا نام مذکور نہیں ہے جامع افادات حضرت مولانا احمد رضا صاحب بجنوریؒ نے بھی حاشیہ میں صرف یہ لکھا ہے کہ:

''شاید یہ تمام حوالے شیخ اکبر قدس سرہٗ کی فتوحات مکیہ کے ہیں۔''

اللہ کرے ان حوالوں تک پہنچنے کی کوئی راہ نکلے اور یہ مضامین وضاحت کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاسکیں۔ (محمد مزمل)

۱۱- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''وما کنتم تکتمون'' (اور جس کو دل میں رکھتے ہو) اور خدمت کرنا۔

۱۱- یعنی جو بھی صلاحیتیں اور افعال تم اپنے اندر پوشیدہ رکھتے ہو اور ان پر خود بھی بالکل واقفیت نہیں رکھتے کہ ہمارے اندر صلاحیتیں اور اعمال (اللہ نے) پیدا کر دیئے ہیں مثلاً: رحم مادر میں انسان کی شکل وصورت بننا مساجد کی خدمت، ذکر الٰہی کی محبت، صلحا واتقیاء کے متبرک مقامات پر حاضری، حجاج ومجاہدین کی نصرت واعانت، قہار، غفار، جبار اور ان جیسے اسماءِ الٰہیہ کے مظاہر کا تماشا، زندوں کی جانب سے مردوں کو ثواب اور تحفوں کا پہنچانا، اعمال خیر کی ترقی کے فوائد، راہِ خدا کے رہروں کو ترقی دینا اور ان کی خدمت کرنا، عالم مثال میں وہ تجلیات حضوری جو اس خلیفہ کی کامل اولاد کو حاصل ہوں گی۔ وحی اور کتب الٰہیہ کا نازل ہونا، شرائع وادیان، ملل ومذاہب اور تصوف کی راہوں کو قائم کرنا وغیرہ (وہ بے شمار صلاحیتیں اور طاقتیں ہیں) جو تمہارے اندر بالقوۃ موجود ہیں (اور جنہیں ہم جانتے ہیں تم ان سے واقف نہیں ہو اور تمہارے لئے) ان چیزوں سے وقف ہونا ہم نے اس خلیفہ کے وجود پر موقوف رکھا ہے کہ اس خلیفہ کے واسطے سے ہم ان چیزوں سے تمہیں آگاہ کریں گے اور تم اس خلیفہ کی خدمت بجالا کر ان مخفی صلاحیتوں اور معنوی کمالات کو بروئے کار لاسکو گے، جب یہ خلیفہ وجود پذیر ہوگا اور تمہیں ان چیزوں سے مطلع کرے گا کہ کیسی کیسی صلاحیتیں تم اپنے اندر سموئے ہوئے ہو تو اس خلیفہ کا تمہارے اوپر احسانِ عظیم ہوگا کہ اس نے تمہیں اپنی حیثیت وحقیقت سے آگاہ کردیا اور وہ خلیفہ تمہارے لئے بارگاہِ خداوندی میں زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ بن گیا تو اب تم پر لازم ہوگا کہ اپنا استاذ اور رہبر ورہنما سمجھتے ہوئے اس کی تعظیم بجا لاؤ اور اس کا احترام کرو۔ (فتح العزیز، ص ۱۷۰) ✦......✦......✦